۷؍ستمبر: یومِ تحفظِ ختمِ نبوت (یومِ قرار دادِ اقلیت)

عبداللطیف خالد چیمہ *

۳۶ سال قبل (۷؍ستمبر ۱۹۷۴ء) کو پاکستان کی قومی اسمبلی نے طویل بحث وتمحیص اور غور وفکر کے بعد لاہوری و قادیانی مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے کر اہل اسلام کا ایک جائز دینی وقومی مطالبہ پورا کیا تھا۔ مرزا غلام احمد قادیانی کی جھوٹی نبوت کے خلاف ہندوستان میں اجتماعی وتنظیمی سطح پر سب سے پہلے مجلس احرارِ اسلام نے منظّم جدوجہد کا آغاز کیا۔ پاکستان بن جانے کے بعد جب قادیانی پاکستان پر اقتدار کے خواب دیکھنے لگے تو احرار تمام مکاتب فکر کو مجلس عمل تحفظِ ختمِ نبوت کے مشترکہ پلیٹ فارم پر اکٹھا کر کے قادیانیوں کی ریشہ دوانیوں کے سامنے سینہ سپر ہوگئے۔ مسلم لیگی حکمرانوں نے دس ہزار نہتے مسلمانوں کو محض اس جرم میں لہولہان کر دیا کہ وہ ناموس رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کا آئینی تحفظ چاہتے تھے۔ تحریک کو تشدد سے بظاہر کچل دیا گیا مگر امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے تب فرمایا تھا:

''اس تحریک کے ذریعے میں ایک ٹائم بم نصب کر رہا ہوں جو اپنے وقت پر پھٹے گا۔''

کالے انگریز نے تحریکِ مقدس تحفظِ ختمِ نبوت کی پاداش میں احرار کو خلافِ قانون قرار دے دیا۔ احرار رہنما اس راستے میں سب کچھ سہہ گئے مگر اپنے کئے پر کسی ندامت کا اظہار نہیں کیا، معافیاں نہیں مانگیں، تحریک سے لاتعلقی ظاہر نہیں کی، رسوائے زمانہ جسٹس منیر کی عدالت میں اپنے مؤقف سے پیچھے نہیں ہٹے، احرار کو نہیں چھوڑا یہاں تک کہ ۱۹۷۴ء میں چناب نگر (ربوہ) ریلوے اسٹیشن پر مرزائی غنڈوں نے مسلم طلبا پر حملہ کیا جس کے نتیجے میں تحریک شروع ہوئی اور شہدائے ختمِ نبوت کا خونِ بے گناہی رنگ لاکر رہا۔ مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا۔

بعد ازاں ۱۹۸۴ء میں صدر ضیاء الحق مرحوم کے دورِ اقتدار میں امتناع قادیانیت آرڈیننس کے ذریعے مرزائیوں کو شعائرِ اسلامی کے استعمال سے روک دیا گیا۔ مرزا طاہر، ملک سے فرار ہو کر اپنے سرپرست برطانیہ جا پناہ گزیں ہوا۔ مرزائی اب بھی اسلام اور پاکستان کے خلاف ریشہ دوانیوں میں مصروف ہیں اور سازشی انداز میں حکومتی حلقوں میں اپنا اثر ونفوذ بڑھا کر کسی دیرینہ خواب کی تکمیل کے لیے سرگرداں ہیں۔ موجودہ حکومت کے دورِ اقتدار میں قادیانیوں نے کئی وار کرنے کی کوشش کی لیکن محض اللہ کے فضل وکرم اور اتحاد امت کے باعث وہ ناکام ونامراد ہوئے۔ آج کے دن (۷؍ستمبر) ہم عہد کرتے ہیں کہ

* سیکرٹری جنرل مجلس احرار اسلام پاکستان

کفر وارتداداور زندقہ کو دجل وتلبیس کے ذریعے اسلام کے نام پر متعارف کروانے والے اس گروہ کی حقیقت سے دنیا کو آگاہ کرتے رہیں گے اور شہداءِ ختم نبوت کے مقدس مشن کی تکمیل کر کے ہی دم لیں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

ہم اس محاذ پر کام کرنے والی جماعتوں اور شخصیات کی مساعی جمیلہ پر ان کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہیں اور توقع کرتے ہیں کہ دنیا کے بدلتے ہوئے حالات اور کام کرنے کی نئی نئی جہتوں اور زاویوں کو ملحوظ رکھ کر اپنی ترجیحات طے کرنے میں ضروری تبدیلیوں کو پیشِ نظر رکھا جائے گا تاکہ دشمن کے طریقِ کار کو سمجھنے اور اپنا پیغام عام کرنے میں آسانی پیدا ہو۔

مجلس احرارِ اسلام پاکستان کے امیر مرکزیہ سید عطاء المہیمن بخاری مدظلہ العالی نے جماعت کی جملہ ماتحت شاخوں کو ہدایت کی ہے کہ وہ حسبِ سابق ۷؍ستمبر کو یومِ ''تحفظِ ختم نبوت'' (نیز یکم ستمبر سے ۷؍ستمبر تک ہفتہ ختم نبوت) منائیں لیکن اِس بات کو خاص طور پر ملحوظ رکھا جائے کہ سیلاب کی تباہ کاریوں سے چاروں صوبوں میں تباہی آئی ہے اور اللہ کی مخلوق بہت ہی پریشان حال ہے اس لیے جملہ اجتماعات وتقریبات انتہائی سادگی سے منعقد ہوں اور اپنی اپنی سطح پر متاثرین سیلاب کی مدد و ہمدردی کو اپنے اوپر ہر حال میں لازم قرار دیں۔

تمام مکاتبِ فکر کے علماء کرام اور خطباء عظام سے ہماری درخواست ہے کہ وہ ہفتہ ختم نبوت کے سلسلہ میں ۳؍ستمبر کے خطباتِ جمعۃ المبارک میں عقیدۂ ختم نبوت کی اہمیت وضرورت اور تحریکِ ختم نبوت کی تابناک تاریخ پر روشنی ڈالیں اور قادیانی ریشہ دوانیوں کو پوری جرأت واستقامت کے ساتھ بے نقاب کر کے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کے مستحق بنیں۔

☆☆☆

ماہانہ مجلس ذکر و اصلاحی بیان
30 ستمبر 2010ء
جمعرات بعد نماز مغرب
ابن امیر شریعت
حضرت پیر جی
سید عطاء المہیمن بخاری
دامت برکاتہم
امیر مجلس احرار اسلام پاکستان
دارِ بنی ہاشم
مہربان کالونی ملتان
الداعی سید محمد کفیل بخاری ناظم مدرسہ معمورہ دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان
061-4511961

خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک پیش گوئی

مولانا عبداللطیف مدنی

خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی جس پیش گوئی کا ذکر ''نقیبِ ختم نبوت'' مئی ۲۰۱۰ء کے شمارے میں ہوا ہے۔ وہ منکرین حدیث کے ظہور سے متعلق ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مختصر اور جامع کلمات میں یہ خبر دی کہ منکرین حدیث پیدا ہوں گے اور انکار کا سبب بھی ساتھ ہی بتلا دیا کہ وہ دولت یا حکومت کا نشہ ہوگا...... آرام دہ مسندوں پر بیٹھ کر متکبرانہ انداز میں حدیث کا انکار کریں گے یہ بات ہمارے زمانے میں پوری طرح صادق آ رہی ہے۔ یہ صرف ایک پیش گوئی کا ذکر ہے ورنہ کتب حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بکثرت پیش گوئیاں موجود ہیں جو اپنے اپنے موقع پر صادق آتی رہی ہیں اور ان میں بڑی تعداد میں وہ ہیں جو اب پوری طرح سچ ثابت ہو رہی ہیں۔ اگر یہ احادیث من گھڑت ہیں (نعوذ باللہ) جیسا کہ منکرین حدیث کہتے ہیں...... تو یہ پیش گوئیاں کیوں صحیح ثابت ہو رہی ہیں۔ ان کا صحیح وصادق ثابت ہونا ہی احادیث نبویہ کے محفوظ ہونے کے بڑے پختہ اور مضبوط دلائل ہیں جو دشمنانِ اسلام کے شکوک وشبہات کے ازالہ کے لیے کافی ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ اگر منکرین حدیث انصاف پسند ہوتے تو صرف ایک ہی مذکورہ پیش گوئی والی حدیث کو دیکھ کر انکارِ حدیث سے توبہ کر لیتے مگر جن کے دل زنگ آلود ہو چکے ہیں اور عقلیں ماؤف ہوگئی ہوں انہیں توبہ کی توفیق نہیں ہوتی بلکہ خواہشات نفسانی اور عناد کی وجہ سے اپنی من گھڑت باتوں کی رٹ لگاتے رہتے ہیں۔ چنانچہ یہ بڑے شدومد کے ساتھ کہتے ہیں کہ احادیث اس لیے محفوظ نہیں کہ ان کی کتابت کا کوئی انتظام نہ تھا اور حدیث کی موجودہ کتابیں تین سو سال کے بعد لکھی گئی ہیں۔ اس مغالطہ کا جواب تفصیل کے ساتھ اس سے پہلے مضمون (شمارے) میں گزر چکا ہے کہ حفاظتِ حدیث کے لیے تین طریقے استعمال کیے گئے:

(۱) احادیث کو حفظ کرنا

(۲) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال وافعال پر بجنسہا عمل کر کے یاد کرنا

(۳) کتابت کے ذریعے احادیث کی حفاظت کرنا

یاد رہے کہ جس علم کی کتابت نہ ہووہ محفوظ نہیں؟ یہ بات کوئی وزن نہیں رکھتی بلکہ درحقیقت کسی چیز کے یاد رکھنے کا سب سے بڑا ذریعہ اس کو یاد کرلینا ہی ہے۔ متقدمین سے متاخرین تک سند کے ساتھ جو بات حفظ کے ذریعے منتقل ہوتی ہے۔ وہ لکھی ہوئی چیز کی نسبت زیادہ محفوظ رہتی ہے بشرطیکہ حافظ مضبوط ہو پھر حفظ کے ساتھ اگر کتابت بھی ہوجائے تو پختگی ہوجاتی ہے اور اس دور میں حضرات محدثین کے حافظہ پر اپنے قیاس کرنا دانشمندی نہیں ہے۔ عرب قوم اپنی ذکاوت و ذہانت کے لحاظ عالمگیر امتیاز کی حامل تھی۔ اس میں برابری کی کوئی قوم دعویدار پیدا نہیں ہوئی ہر چیز کو سن کر بجنسہ محفوظ کرلینا ان کی نسلوں سے چلا آرہا تھا۔ اس لیے اس دور کے قوت حافظہ پر اعتماد کو آج کے حفظ کے بے اعتقادی قیاس کرنا دانشمندی نہیں ہے۔ چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے احادیث کو زبانی یاد کرنے کے ساتھ ساتھ اپنی پوری زندگی میں اس طرح رچا بسا لیا تھا کہ یہ حضرات رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے عملی نمونے بنے ہوئے تھے۔ تابعین نے بھی انہی نمونوں کو دیکھ کر اپنی زندگیوں کو اس پر ڈھالا اور احادیث کریمہ روایت اور سند کی سخت پابندیوں کے ساتھ اور بجنسھا تعامل کے ذریعہ محفوظ ہوتی چلی گئیں۔ یہ دونوں طریقے احادیث نبویہ کی حفاظت کے لیے کافی تھے اور ان دونوں طریقوں کے ساتھ کتابت بھی ہوتی رہی جس سے احادیث کی حفاظت وچار چاند لگ گئے اور قرآن کریم کی حفاظت بھی قریب قریب اسی طرح ہوئی۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں قرآن کریم ایک جگہ جمع شدہ مرتب کتاب کی صورت میں وجود پذیر نہیں ہوا تھا...... پھر خلیفہ اوّل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانۂ خلافت میں صرف ایک نسخہ مرتب فرما کر اپنے پاس رکھ لیا تھا۔ ان کے بعد وہ نسخہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس رہا۔ ان کے بعد ان کی بیٹی حضرت ام المؤمنین حضرت حفصہ بنت عمرؓ کے پاس رہا پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانۂ خلافت میں متعدد مصاحف لکھوائے اور ایک ایک مصحف مملکت کے اطراف میں بھیج دیا۔

دیکھئے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال سے تقریباً بیس سال تک قرآن کریم حفظ ہی کے ذریعے محفوظ رہا اور حقیقت یہ ہے کہ قرآن کریم کی اصلی حفاظت حافظ ہی سے ہے اسی حفظ ہی کی برکت ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جس عبارت میں نازل ہوا تھا، بعینہٖ اسی عبارت میں محفوظ ہے۔ اگر صرف کتابت پر مدار رہتا تو اندیشہ تھا کہ اس کا بھی وہی حال ہوجاتا جو ان کتابوں کا ہوا جس کے حامل یہود و نصاریٰ تھے۔ یہ لوگ بے شمار زبانوں میں ترجمے شائع کرچکے ہیں لیکن سب کچھ ترجمہ در ترجمہ ہے۔ اصل کتاب سے محروم ہیں چونکہ ان کا صرف کتابت پر مدار ہے۔ اس لیے حسب موقع اس میں کمی بیشی کرلیتے ہیں۔ ان لوگوں پر تعجب ہے جو محض کتابت کو ذریعہ حفاظت بتاتے ہیں۔ وہ یہود و نصاریٰ سے عبرت حاصل نہیں کرتے۔ کوئی یہودی یا نصرانی اپنی سند کے ساتھ یہ بالکل ثابت نہیں کرسکتا کہ میرے پاس جو کتاب ہے بعینہٖ وہی ہے جو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل فرمائی تھی۔ منکرین حدیث پر کتنا تعجب

ہے کہ قرآن کریم کوتو وہ بھی محفوظ بتاتے ہیں اور احادیث شریفہ کو غیر محفوظ کہتے ہیں ۔ انکار یہ کرنا کہ احادیث محفوظ اور معتبر نہیں کیونکہ ان کی کتابت بعد میں ہوئی ہے، ضد اور عناد کے سوا کچھ نہیں ہے۔

منکرینِ حدیث کا ایک اور مغالطہ:

یہ لوگ کہتے ہیں کہ (العیاذ باللہ) رسول ایک پوسٹ مین کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس کا کام صرف کتاب پہنچا دینا ہے۔ معنی ومفہوم بتلانا اس کا کام نہیں۔ جس کے نام خط آئے وہ خود پڑھتا ہے اور سمجھتا ہے۔ لہٰذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کام صرف قرآن مجید پہنچا دینا تھا۔ تشریح اور تبیین آپ کا کام نہیں اس لیے حدیث کی ضرورت نہیں ...... اطاعت صرف قرآن کی واجب ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت نہ صحابہ پر واجب تھی اور نہ ہم پر واجب ہے۔

جواب: جب ان کا دعویٰ ہے کہ ہم صرف قرآن کو مانتے ہیں تو پھر ان کو قرآن ہی سے یہ ثابت کرنا تھا کہ قرآن ایک ذاتی خط کی حیثیت رکھتا ہے۔ وہ جس جس کے پاس پہنچے گا وہ خود پڑھ کر مطلب سمجھے گا۔ جب قرآن کے بارے میں قرآن ہی کا بیان معتبر ہے تو قرآن نے یہ نہیں فرمایا کہ میری حیثیت ایک ذاتی خط کی ہے بلکہ اپنے بارے میں:

''ھدی للناس و بینت من الھدیٰ و الفرقان ''(البقرہ آیت ۱۸۵)

فرمایا ہے...... جس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ سارے انسانوں کی ہدایت کے لیے نازل ہوا کیونکہ عقل انسانی ہدایت پانے کے لیے ناکافی ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے کتاب ہدایت نازل فرمائی اور اپنے رسول کو معلم بنا کر بھیجا۔ اس لیے آپ کی تعلیمات وتشریحات پر عمل پیرا ہونا لازم ہے۔ اگر قرآن کریم کے معانی ومطالب ہر شخص کے عقل اور سمجھ کے مطابق تسلیم کر لیے جائیں ...... اور عقلیں مختلف ہیں تو ہر آیت کے معانی ومطالب سینکڑوں طرح کے تجویز کر لیے جائیں گے اور اللہ تعالیٰ کی کتاب نام نہاد عقلمندوں کا کھلونا بن کر رہ جائے گی۔

امیر المومنین، امام المتقین، قاتل المشرکین، خلیفۂ راشد وعادل
سیدنا علی رضی اللہ عنہ

مولانا سید عطاء المحسن بخاری رحمتہ اللہ علیہ

شجرۂ نسب:

آپ کا شجرۂ نسب والد کی طرف سے یوں ہے۔

علی بن عبد مناف (ابوطالب) بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف۔ ماں کی طرف سے علی بن فاطمہ بنت اسد بن ہاشم بن عبد مناف۔ آپ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چچا زاد بھائی ہیں۔ عبد مناف کی اولاد بہت تھی۔ اسبابِ معاش بہت کم، اس لیے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے علی کو چچا سے مانگ لیا کہ اس کی تربیت وتعلیم اور پرورش کا میں کفیل ہوں۔ ابوطالب نے بخوشی بیٹا دے دیا۔ جسے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پالا پوسا، پروان چڑھایا، قلبِ علی کو نورِ ایمان سے منور کیا، علم وعمل کی نعمتوں سے مالا مال کیا، داماد بنایا اور ''اقضیٰ ھم علّی'' کے منصبِ جلیلہ پر فائز کیا۔

کنیت:

آپ کو ابوالحسن ابوتراب کی کنیت سے یاد کیا جاتا ہے اور ایک غیر مشہور کنیت آپ کی ابوالقاسم الہاشمی بھی ہے۔

قبولِ اسلام:

حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کو جب حکم ہوا کہ **وانذر عشیرتک الاقربین** (الشعراء:۲۱۴) کہ اپنے قرابت داروں کو آخرت کے عذاب سے ڈراؤ۔ کہ شرک چھوڑ کر توحیدِ ربانی کی طرف آجائیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجلس ''عشیرۃ'' برپا کی۔ تمام اعزہ واقرباء کی دعوت کی اور انھیں اسلام کی طرف بلایا۔ اپنی نبوت کی خبرِ صادق سنائی۔ تمام اعزہ خاموش رہے۔ ابولہب بھِنّا اٹھا اور ابوطالب خاموش رہا۔ مگر سیدنا علی رضی اللہ عنہ جن کی عمر اس وقت ۷ برس بتائی جاتی ہے۔ کھڑے ہوئے اور قبولِ حق کا اعلان فرمایا۔ توحید ونبوت کی شہادت پڑھی اور حلقہ بگوشِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہوگئے۔

آپ کی عمر کے بارے میں اہل سنت والجماعت کے محققین کا قول یہ ہے کہ آپ ۷ برس کے تھے۔ اسی لیے اہلِ سنت نے متفقہ طور پر کہا ہے کہ بچوں میں سب سے پہلے مسلمان علی بن عبد مناف (ابوطالب) ہیں۔ آپ کے اسلام کا سببِ قوی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کفالت تھی اور سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کا قرب تھا۔ بعض لوگوں نے فضائل ومناقب کے باب میں بڑے ردّ وکد کا اظہار کیا ہے۔ ان میں زیادہ روایات ابنِ عساکر نے جمع کی ہیں۔ ابن کثیر فرماتے ہیں:

لا یصح شی منھا و اللہ اعلم (۱) ان میں سے کوئی روایت صحیح نہیں۔